8

IQBAL ACADEMY PAKISTAN
21424
LIBRARY
Acc. No.........
LAHORE



# تشریحات
# شکوہ معہ جواب شکوہ

کیوں زیاں کار بنوں سود فراموش رہوں ۔ فکرِ فردا نہ کروں محوِ غمِ دوش رہوں
نالے بلبل کے سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں ۔ ہمنوا میں بھی کوئی گل ہوں کہ خاموش رہوں
جرأت آموز مری تابِ سخن ہے مجھ کو
شکوہ اللہ سے خاکم بدہن ہے مجھ کو

شعر ۱ - میں نفع والے سودے کو بھلا کر بے فائدہ گھاٹے والا کام کروں اور اپنی فکر کو کل سے بر باشت کر کے گزرا کیوں کر فکر نہ کروں یعنی اور دور اندیشی سے کام نہ لوں ۔

شعر ۲ - اس شعر میں شاعر نے امت محمدیہ کو بلبل سے تشبیہ دی ہے ۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ میں احساس والا قوم کی تباہ حالی کو دیکھتا رہوں اور پھر خاموش رہوں ۔ میں کوئی پھول نہیں ہوں کہ بلبل کی گریہ زاری سن کر خاموش رہوں ۔ مجھے خدا تعالیٰ نے حساس دل عطا کیا ہے جو مجھ سے کہ میں امتِ محمدیہ کی بدحالی اور تباہ حالی دیکھ کر اس کا غم نہ کھاؤں ۔ یعنی مجھ سے صبر نہ ہو ۔

شعر ۳ - میرے کلام کی قوت جرأت کو بڑھانے والی ہے ۔ میرے منہ میں خاک ۔ مجھے خدا تعالیٰ سے شکایت ہے ۔

ہے بجا شیوۂ تسلیم میں مشہور ہیں ہم ۔ قصۂ درد سناتے ہیں کہ مجبور ہیں ہم
سازِ خاموش ہیں فریاد سے معمور ہیں ہم ۔ نالہ آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم
اے خدا شکوۂ اربابِ وفا بھی سن لے
خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

شعر ۱ - مجھ کو خدا تعالیٰ سے شکایت ہے ۔ (علامہ اقبال مرحوم مسلمانوں کے جذبات شکوہ کی ترجمانی فرماتے ہوئے لکھتے ہیں) اے خدا! ہم مسلمان لاچار ہو کر اپنی درد بھری داستان سناتے ہیں ، ورنہ ہر مصیبت کو برداشت کرنے کے لئے مشہور ہیں ۔

لاہور آرٹ پریس لاہور سپلائر ۔ المحفوظ پبلشرز ...

شعر ۱۲۔ اگرچہ ہماری آواز خاموش ہے، لیکن اس خاموشی میں فریادیں بھری ہوئی ہیں، اگرچہ ہم مصائب اور تباہ حالی کے باعث ہونٹوں پر فریاد لاتے ہیں۔ لیکن فریاد کرنے سے عاجز ہیں۔
شعر ۱۳۔ اے خدا ہم تیری شکر گزاری کے عادی ہیں لیکن ہمارا گلہ بھی ہم وفاداروں سے سن لے۔

تھی تو موجود ازل سے ہی تری ذات قدیم ۔ پھول تھا زیب چمن پر نہ پریشان تھی شمیم
شرط انصاف ہے اے صاحب الطافِ عمیم ۔ بوئے گل پھیلتی کس طرح جو ہوتی نہ نسیم
ہم کو جمعیت خاطر یہ پریشانی تھی
ورنہ امت ترے محبوب کی دیوانی تھی

شعر ۱۴۔ اے خدا! تیری ذات باری ہمیشہ سے قائم ہے پیغمبر صلعم جب دنیا میں تشریف رکھتے تھے۔ (یعنی اے خدا جب تو نے دنیا کے باغ میں ایک پھول پسند کر کے دنیا کی راہنمائی کے لئے بھیجا۔ اور اس پھول کی مہک سے گلزار عالم معطر ہوا۔

شعر ۱۵۔ اے ہر کس و ناکس (عوام) پر مہربانی کرنے والے انصاف تو یہ ہے کہ اس پھول کی خوشبو باغ عالم میں کس طرح پھیلتی اگر بھینی بھینی خوشگوار ہوا نہ ہوتی (اس شعر میں نسیم سے مراد قرون اولیٰ کے مسلمان ہیں جنہیں پھول یعنی رسول مقبول صلعم سے از حد محبت تھی۔ اور وہ رسول مقبول کی ہر مصیبت میں ساتھی تھے۔ یہ اصحابہ اکرام تھے، جنہوں نے اسلام قبول کر کے ہر طرح کے مصائب تیز مقابلہ کیا۔ لیکن اسلام کی محبت کو نہ چھوڑا۔ اور اتنی ثابت قدمی سے اسلام کو ہوا دی، یعنی پھیلایا۔ پھول اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ خوشبودار پھول سے ہر کسی کو محبت ہوتی ہے۔ اس لئے ہوا کی بھی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ باغ کے پھولوں کو چھو کر اپنے آپ کو خوشبودار بنالے، خوشبودار ہوا پھیلتی ہے تو اپنی خوشبو پھیلا کر لوگوں کو فرحت بخشتی ہے۔ اس طرح صحابہ کرام بالخصوص خلفائے راشدین نے جو اس پھول کے عاشق تھے، خوشبو و نور ہدایت حاصل کر کے دنیا کو نور اسلام سے منور کر دیا، رسول مقبول صلعم کا پورا پورا ساتھ دیا۔ نیز اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جب رسول مقبول صلعم عوام میں بتوں کی مخالفت اور خدا واحد کی پرستش کی تبلیغ فرماتے تھے۔ تو عوام آپ کے دشمن ہو گئے۔ اور باوجود کوشش کے اسلام کی اشاعت نہ کی رہی۔ اس وقت آپ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی۔ اے خدا! میرے چچا امیر حمزہ رض اور حضرت عمر رض اگر ایمان لے آئیں۔ تو اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہو، اسی وقت آپ کی دعا قبول ہوئی۔

شعر ۱۶۔ اس پریشانی (انتشار جدائی) کے عالم میں (قبل از اسلام) لوگوں نے اسلام قبول کر کے اطمینان قلب حاصل کیا۔ اور قرون اولیٰ میں امت محمدیہ کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دیوانہ وار محبت تھی۔

# قبل از اسلام عربوں کی حالت

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر
کہیں مسجود تھے پتھر کہیں معبود شجر!
خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر
مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر؟

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تیرا
قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا

شعر ۱۔ اے خدا! ہم سے یعنی مسلمانوں سے پہلے تیری دنیا کی عجب حالت تھی۔ کہیں پتھروں کو سجدہ کیا جاتا تھا۔ اور کہیں درختوں کی پوجا ہوتی تھی۔

انسان بتوں کی پرستش کے عادی ہو چکے تھے۔ اس حالت میں خدا کو دیکھے بغیر کوئی کس طرح تسلیم کرتا۔

شعر ۳۔ اے خدا تجھ کو یاد ہے۔ کہ تیرا نام لینے والا (خدا پرست) ابھی دنیا میں موجود نہیں تھا۔ لیکن تیرے نام کا ڈنکا بجانے والا۔ تیری پوجا کی تلقین کرنے والا مسلمان ہی تھا۔ جس نے زمانہ کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اور تیرے دشمنوں کو کچلنے کے لئے اسکے بازوؤں نے کیا کیا کام کئے۔

بس رہے تھے یہیں سلجوق بھی تورانی بھی
اہل چیں چین میں ایران میں ساسانی بھی
اسی معمورے میں آباد تھے یونانی بھی
اسی دنیا میں یہودی بھی تھے نصرانی بھی

پر ترے نام پہ تلوار اٹھائی کس نے
بات جو بگڑی ہوئی تھی وہ بنائی کس نے

شعر ۱و۲۔ اسی دنیا میں سلجوقی، تورانی، چینی، ایرانی اور ساسانی سب بستے تھے۔ اور اسی دنیا میں یونانی، یہودی، عیسائی سبھی آباد تھے۔

شعر ۳۔ لیکن اے خدا! یہ تو بتلا کہ تیرے نام پر (جہاد فی سبیل اللہ) کس نے تیرے دین کے دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھائی اور گمراہوں کو کون نورِ ہدایت دکھا کر راہِ راست پر لایا۔

## قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی اشاعتِ اسلام اور فتوحاتِ ملکی اور جرأتِ دین کا نقشہ

تھے ہمیں ایک تیرے معرکہ آراؤں میں  خشکیوں میں کبھی لڑتے کبھی دریاؤں میں

دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں  کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی

کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

شعر نمبر ۱ - صرف ہم ہی تھے جنہوں نے میدان میں محض تیرے نام کی اشاعت کے لئے کبھی خشکیوں اور کبھی سمندروں پر دشمنوں سے جنگ کی ؛

شعر نمبر ۲ - قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے نہ صرف ایشیا میں بلکہ یورپ کے گرجوں میں بھی اللہ اور اس کے رسول کا نام بلند کیا۔ (یعنی یورپ میں بھی اس کا نام پھیلایا - اور دوسری طرف افریقہ کے صحرائے اعظم تک فتوحات اسلامی کا سلسلہ وسیع کیا) مصرعہ میں اسلام کی اشاعت اور حکمرانی کی طرف اشارہ ہے !؛

شعر نمبر ۳ - ہم مسلمان سوائے تیرے خوف کے کسی کا خوف نہ کھاتے تھے۔ اور دشمنان اسلام کے ہر طرح خوف دلانے اور تلواروں سے ڈرانے قتل کی دھمکیاں دینے سے بھی اسلام سے منہ نہ موڑا۔ بلال حبشی جنہیں ان کا آقا گرم سلاخوں سے تپتی دھوپ میں لٹا کر مارا کرتا تھا تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا نام لینا چھوڑ دیں۔ لیکن انہوں نے اپنی عارضی تکالیف کا خیال نہ کرتے ہوئے ثابت قدمی کو نہ چھوڑا - اور رسول مقبول کے پاس افریقہ سے چلے آئے۔ اور ان کے خادم خاص اور موذن مقرر ہوئے۔ اسلام میں ان کا رتبہ بہت بڑا ہے - مسلمان ایسے نڈر، دلیر اور خدا اور رسول کے ایسے فرمانبردار تھے۔ کہ دنیا کے بڑے بڑے ذیشان بادشاہوں کی بھی کچھ وقعت نہ سمجھتے تھے ؛ [ل]

ہم تو جیتے تھے تو جنگوں کی مصیبت کیلئے  اور مرتے تھے تیرے نام کی عظمت کیلئے

تھی نہ کچھ تیغ زنی اپنی حکومت کے لئے  سر بکف پھرتے تھے کیا دہر میں دولت کیلئے

قوم اپنی جو زر و مال جہاں پہ مرتی !

بت فروشی کے عوض بت شکنی کیوں کرتی

شعر نمبر ۱ - اے خدا! ہم تیرے نام پر دشمنوں سے کٹ مرنے کے لئے ہمیشہ جنگوں میں مصروف رہا کرتے تھے اور تیرے ہی نام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں ؛

[ل] قیصر و کسریٰ کے دربار میں رسول مقبول کے نامہ بر بے دھڑک جواب دیتے تھے - وہ نہ جھک کر سلام کرتے تھے۔ اور نہ ہی ان کی دنیاوی شان و شوکت کو خاطر میں لاتے تھے ؛

شعر ۲۶۔ دشمنوں کے خلاف تلوار اٹھانے سے ہمارا مقصد ذاتی حکومت مراد نہ تھی۔ اور کیا دنیا میں ہم اس لئے پھرتے تھے، کہ دولت کما کر دولت مند بن جائیں؟

شعر ۲۷۔ اگر مسلم قوم دنیا کے مال و دولت پر فدا ہوتی، تو اے خدا! یہ بتلا کہ بت فروشی کے بدلے بت شکن کیوں بنتی؟ [1]

ٹل نہ سکتے تھے اگر جنگ میں اڑ جاتے تھے — پاؤں شیروں کے بھی میداں سے اکھڑ جاتے تھے

تجھ سے سرکش ہوا کوئی تو بگڑ جاتے تھے — تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

نقش توحید کا ہر دل پہ بٹھایا ہم نے

زیر خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے

شعر ۲۸۔ اگر کفار سے جنگ کرنا شروع کر دیتے تھے (پہل کفار سے ہوتی تھی) تو مضبوط چٹان کی طرح اس طرح مقابلہ پر ڈٹ جاتے تھے، کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بڑے بڑے بہادروں کے قدم بھی میدان سے اکھڑ جاتے تھے۔

شعر ۲۹۔ اے خدا! اگر کوئی شخص تجھ سے منحرف ہو جاتا تھا، تو ہم بھی اس کے خلاف ہو جاتے تھے۔ تلوار کیا حقیقت رکھتی ہے۔ ہم دشمن کی توپ کا بھی مقابلہ کرتے تھے۔ لیکن منہ نہ موڑتے تھے۔

شعر ۳۰۔ اے خدا ہم مسلمانوں نے توحید کے نقش لوگوں کے دلوں پر بٹھاتے اور سخت مصیبتوں کے وقت بھی جب کہ دشمنوں کی تلوار سر پہ ہوتی تھی۔ ہم نے اس وقت بھی پیغام توحید سنانے سے خوف نہیں کھایا۔

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا در خیبر کس نے؟ — شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے — کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے؟

کس نے ٹھنڈا کیا آتشکدۂ ایران کو؟

کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

---

[1] محمود غزنوی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جب اس نے ہندوستان پر آخری سترھواں زبردست حملہ سومنات کے مندر پر کیا، اس مندر میں بیشمار مال و دولت سونا جواہرات وغیرہ تھے۔ سومنات کے بتوں کو توڑا گیا۔ ایک بت جو سب سے بڑا اور قیمتی تھا۔ محمود نے جب اسے توڑنا چاہا۔ تو مندر کے پجاریوں نے منت سماجت کرتے ہوئے کہا۔ کہ تمام زر و جواہر لے لیجئے، مگر بت کو نہ توڑیئے، لیکن محمود نے جواب دیا کہ میں بت فروش نہیں ہوں، بلکہ بت شکن ہوں۔ یہ کہہ کر گرز مار کر بت کو توڑ دیا۔

شعر ۱ - اے خدا تو ہی بتا دے خیبر کے مضبوط قلعہ کو کس نے اکھاڑا (حضرت علیؓ) کی طرف اشارہ ہے۔ جنہوں نے اکیلے ہی خیبر کے مضبوط دروازہ کو اکھاڑ کر پھینک دیا اور وہ قلعہ سر ہو گیا، قیصر کے دار الخلافہ روم کو کس نے فتح کیا، (یعنی وہ بھی مسلمانوں نے فتح کیا۔ جن کے سپہ سالار خالد بن ولید سیف اللہ تھے ؛

شعر ۲ - وہ بت جنہیں گمراہ لوگ اپنا معبود سمجھتے تھے، کس نے توڑے اور کفار کے لشکروں کو گاجر مولی کی طرح کس نے کاٹ کر رکھ دیا ؛

شعر ۳ - ایران کے اگن کنڈوں (آتش خانے جہاں پارسی آگ کی پوجا کرتے) کو کس نے فنا کیا۔ اور وہ کونسی قوم تھی، جس نے پھر خدا تعالیٰ کی بندگی اور ذکر و اذکار کو تازہ کیا (یعنی مسلمانوں نے بت پرستی اور کفر کو دنیا سے نابود کیا، اور ایران فتح کر کے وہاں سے ہمیشہ کے لیے آتش پرستی دور کی) ؛

کون سی قوم فقط تیری طلبگار ہوئی؟ اور تیرے لئے زحمت کش پیکار ہوئی؟
کس کی شمشیر جہانگیر جہاندار ہوئی؟ کس کی تکبیر سے دنیا تیری بیدار ہوئی؟
کس کی ہیبت سے صنم سہمے ہوئے رہتے تھے
منہ کے بل گر کے ہو اللہ احد کہتے تھے

شعر ۱ - اے خدا! بتلا کہ دنیا کی کونسی قوم (سوائے مسلمانوں کے) صرف تیری چاہنے والی ہوئی، اور تیرے نام کے لئے تکالیف برداشت کرتی رہی۔ اور

شعر ۲ - کس کی تلوار نے دنیا کو فتح کیا۔ اور کس کی تکبیر سے سوئی ہوئی دنیا بیدار ہو کر تیرا کلمہ پڑھنے لگی ؛

شعر ۳ - کس کے خوف سے بت لرزتے تھے۔ اور منہ کے بل گر کر یہ کہتے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ ایک ہے (یعنی بت پرست بت پرستی چھوڑ کر خدا کی واحدنیت کا اقرار کرتے تھے ؛

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے!
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے!

شعر ۱۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی خدا کے خوف سے یہ کیفیت تھی۔ کہ اگر عین شدت کی لڑائی کے وقت نماز آجاتا، تو لڑائی میں سب قبلہ کیطرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے۔

## اسلامی مساوات

شعر ۲۔ مسلمانوں کی مساوات کا یہ حال تھا کہ جس صف میں محمود جیسا بادشاہ کھڑا ہو کر نماز ادا کرتا تھا۔ تو اسی صف میں محمود کا غلام ایاز بھی کھڑا ہو جاتا تھا۔ اور نماز کے وقت آقا اور غلام کا امتیاز اٹھ جاتا تھا۔ (نماز کے وقت ہر ادنیٰ و اعلیٰ گدا سے لے کر آقا و غلام تک بلا لحاظ شامل ہو سکتے ہیں)۔

شعر ۳۔ آقا اور غلام اور شاہ و گدا جب تیری بارگاہ میں حاضر ہوتے تو سب کا امتیاز اٹھ جاتا ہے، اور وہ ایک ہی بن جاتے ہیں۔

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے
مئے توحید کو لیکر صفتِ جام پھرے

کوہ میں دشت میں لیکر ترا پیغام پھرے
اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دئے گھوڑے ہم نے

شعر ۱و۲۔ اے خدا! ہم مسلمان شراب توحید کے پیالے بھر کر دنیا کے ہر گوشہ میں صبح و شام پھرتے رہے اور تیرا پیغام پہاڑوں کی وادیوں میں لے کر گئے، کیا تجھے یاد ہے کہ توحید کی اشاعت میں کبھی ناکام بھی رہے۔

شعر ۳۔ وادیاں تو درکنار دریا اور سمندر بھی عبور کر کے تیرا پیغام خلق خدا کو پہنچاتے رہے۔ اور فتح اسلام کی خاطر بحر ظلمات میں بھی بے خطر ہو کر گھوڑے ڈال کر پار کر گئے۔

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا ہم نے — نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا ہم نے
تیرے کعبے کو جبینوں سے بسایا ہم نے — تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا ہم نے
پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں!
ہم وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں!

شعر ۸ - اے خدا! ہمارے ہی مسلمان بھائیوں نے دنیا سے باطل پرستی کو مٹایا۔ اور خلق کو غلامی سے آزاد کر دیا۔

شعر ۹ - تیرے کعبہ (خانہ خدا) کو سجدہ ریزی سے ہم نے ہی آباد کیا۔ دنیا کے گوشہ گوشہ سے کعبہ (بیت اللہ) کی زیارت کے لئے ہر سال حج کے موقع پر کروڑہا انسان مکہ معظمہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور تیرے پاک کلام قرآن شریف سے کمال محبت پیدا کر کے اپنے سینوں میں محفوظ کیا۔

شعر ۱۰ - اے خدا! ان باتوں کے باوجود بھی تجھے ہم سے یہ گلہ ہے۔ کہ ہم تیرے وفادار بندے نہیں ہیں۔ اگر مسلمان تیرے وفادار نہیں۔ تو تو بھی چاہنے والا نہیں۔

امتیں اور بھی ہیں ان میں گنہگار بھی ہیں — عجز والے بھی ہیں مست مئے پندار بھی ہیں
ان میں کاہل بھی ہیں غافل بھی ہیں ہشیار بھی ہیں — سینکڑوں ہیں کہ ترے نام سے بیزار بھی ہیں
رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر!
برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر!

شعر ۱۱ - دنیا میں اور بھی کئی قومیں ایسی ہیں۔ جن میں عاجز، مغرور اور گنہگار سبھی قسم کے لوگ ہیں۔ عبادت سے غافل، کام چور، ہوشیار (چست و چالاک) ہیں۔ اور انمیں سینکڑوں ایسے بھی ہیں۔ جو تیرے نام سے بھی نفرت کرتے ہیں۔

شعر ۱۲ - لیکن اس کے باوجود بھی غیر مسلموں پر تو اپنی رحمتیں برساتا ہے۔ اور جو مصیبت آتی ہے، تو مسلمانوں پر نازل ہوتی ہے۔

بت صنم خانوں میں کہتے ہیں مسلمان گئے — ہے خوشی انکو کہ کعبے کے نگہبان گئے
منزل دہر سے اونٹوں کے حدی خوان گئے — اپنی بغلوں میں دبائے ہوئے قرآن گئے

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں؟
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں؟

شعر نمبر ۱ بت خانوں میں بت خوشی کے مارے یہ کہتے ہیں، کہ سچے مسلمان جنہیں ہم سے نفرت اور اللہ سے محبت تھی وہ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جن کے دم سے کعبہ کی حفاظت ہوتی تھی۔ اور قرآن شریف کو سمجھنے والے مسلمان اس دنیا سے رخصت ہو گئے ؎

شعر نمبر ۲ عربی مسلمان جو اونٹوں پر بیٹھے ہوئے خدائے واحد کی واحدانیت کے گیت گاتے پھرتے تھے، آج موجود نہیں ہیں ؎

شعر نمبر ۳۔ اے خدا! کفر مسلمانوں کا مذاق اڑاتا ہے۔ کہ مسلمانوں کے خدا کو احساس نہیں ہے کہ اب اس کے نام لیواؤں کی یہ حالت ہے، اے خدا! کیا تجھے اپنی توحید کا بھی لحاظ نہیں ہے۔ اگر ہے تو اسی صدقہ میں مسلمانوں کی حالت بہتر بنا دے تاکہ وہ تیرے نام کا ڈنکا بجاتے رہیں ؎

یہ شکایت نہیں، ہیں ان کے خزانے معمور
نہیں محفل میں جنہیں بات بھی کرنے کا شعور

قہر تو یہ ہے کہ کافر کو ملیں حور و قصور
اور بیچارے مسلماں کو فقط وعدۂ حور!

اب وہ الطاف نہیں ہم پہ عنایات نہیں
بات یہ کیا ہے کہ پہلی سی مدارات نہیں

شعر نمبر ۱۔ اے خدا! میں یہ شکایت نہیں کرتا۔ بلکہ حیران ہوں۔ کہ جن غیر مسلموں کو کسی بات کرنے کی بھی تمیز نہیں وہ اتنے دولتمند ہیں۔ کہ ان کے خزانے مال و دولت سے بھرپور ہیں۔ غضب تو یہ ہے۔ کہ کافروں کو تو حسین حوریں اور محلات ملیں، اور بیچارے مسلمانوں کو جنت اور حوریں دینے کا صرف وعدہ ہی دیا جاوے ؎

شعر نمبر ۲۔ اے خدا! اب اس زمانہ میں کیا سبب ہے، کہ پہلے کی طرح ہم پہ تو اپنی مہربانیاں اور رحمتیں نازل نہیں کرتا، جیسا کہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں پر کرتا تھا ؎

کیوں مسلمانوں میں ہے دولتِ دنیا نایاب
تیری قدرت تو ہے وہ جس کی نہ حد ہے نہ حساب

تو جو چاہے تو اٹھے سینۂ صحرا سے حباب
رہروِ دشت ہو سیلی زدۂ موجِ سراب

طعن اغیار ہے، رسوائی ہے ناداری ہے!

کیا ترے نام پہ مرنے کا عوض خواری ہے

شعر ۱۔ مسلمانوں کے لئے دولت و دنیا کیوں نایاب (نہ ملنے والی) کردی ہے (یعنی مسلمان مفلس و قلاش کیوں ہیں) جب کہ تیری قدرت وہ ہے۔ جس کا کوئی حد حساب نہیں، یعنی تو بیشمار قدرتوں کا مالک ہے۔ اور تیرے فضل و کرم کا کوئی حساب و شمار نہیں ہے ۰

شعر ۲۔ اے خدا! اگر تو چاہے تو خشک صحرا سے پانی کے بلبلے پیدا کر دے۔ اور جنگل کے مسافر کو پانی مہیا کرنے کے لئے تو سراب اور ریت جو دور سے چمکتی ہوئی پانی کا دھوکا دیتی ہے، کی لہروں میں پانی کا سیلاب لا دے ۰

شعر ۳۔ موجودہ مسلمانوں کی تباہی اور مفلسی کے باعث غیر مسلم طعن کرتے ہیں، اور مسلمان مفلسی کے علاوہ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، اے خدا! کیا تیرے نام پر مرنے کا یہی انعام ہے ۰

بنی اغیار کی اب چاہنے والی دنیا! رہ گئی اپنے لئے ایک خیالی دنیا!

ہم تو رخصت ہوئے، اوروں نے سنبھالی دنیا پھر نہ کہنا ہوئی توحید سے خالی دنیا!

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں ترا نام رہے

کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے

شعر ۱۔ غیر مسلموں کیلئے دنیا کی سب نعمتیں اور مال و دولت ہے۔ لیکن مسلمانوں کے لئے محض خیالات کی دنیا رہ گئی ہے ۰

شعر ۲۔ اے خدا! مسلمان تو مفلسی اور غربت کا شکار ہو کر دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ اور ان کے بعد دنیا پر دیگر اقوام کا غلبہ ہو جائے گا۔ تو پھر یہ نہ کہیو کہ توحید پرستوں سے دنیا خالی ہو گئی ہے۔ اور مشرک اور بت پرست دنیا میں آباد ہو گئے ہیں ۰

شعر ۳۔ اے خدا ہم تو تیرے ہی نام کے لئے اس دنیا میں جی رہے ہیں۔ ورنہ کبھی یہ ہو سکتا ہے۔ کہ ساقی (پلانیوالا) اور پھر پیالہ میں شراب باقی بچ رہے۔ یعنی جس شراب توحید کو پی اور پلا رہے ہیں، اگر اس کے پلانے والا نہ رہے تو ساقی (مراد یہاں خدا سے ہے) کا کوئی نام لے گا، اور پیالے جن میں شراب توحید پلائی جائے گی کہاں سالم رہ سکیں گے ۰

تیری محفل بھی گئی چاہنے والے بھی گئے شب کی آہیں بھی گئیں صبح کے نالے بھی گئے

دل تجھے دے بھی گئے اپنا صلہ لے بھی گئے آ کے بیٹھے بھی نہ تھے اور نکالے بھی گئے

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر ! !

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

# قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا حال

شعر نمبر ۱ جس محفل میں تیری ذات کا ذکر ہوتا تھا۔ وہ اب درہم برہم ہو چکی ہے۔ اور تیری محبت کا دم بھرنے والے دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ جو تیری جدائی میں راتوں کو روتے تھے (نماز اور دعائیں تجھ سے فریاد و زاری کرتے تھے) اور صبح کے وقت عجز و انکساری سے تیری بارگاہ میں سجدے کرتے تھے :۔

شعر نمبر ۲۔ قرون اولیٰ کے مسلمان جو تیرے حقیقی چاہنے والے تھے۔ اور تجھ سے خالص محبت کا صلہ لے کر اس دنیا سے گذر گئے، ابھی اسلام کی ترقی ہوئے، تھوڑا عرصہ ہوا تھا۔ کہ مسلمانوں کو زوال آگیا، اور ذلیل ہو گئے ۔

شعر نمبر ۳۔ تیرے حقیقی محب خدمتِ دین کر کے دنیا سے رخصت ہوتے وقت مسلمانوں سے کہہ گئے۔ کہ پھر جنت میں ملیں گے۔ اب اگر ایسے مسلمانوں کو چراغ لیکر بھی ڈھونڈا جائے تو نہیں مل سکتے

درد لیلیٰ بھی وہی قیس کا پہلو بھی وہی نجد کے دشت و جبل میں رمِ آہو بھی وہی

عشق کا دل بھی وہی حسن کا جادو بھی وہی امتِ احمدِ مرسل بھی وہی، تو بھی وہی

پھر یہ آزردگیٔ غیرِ سبب کیا معنی . !

اپنے شیداؤں پہ یہ چشمِ غضب کیا معنی!

شعر نمبر ۴۔ قیس (مجنوں)، عرب کا مشہور عاشق صادق (کا پہلو اور لیلیٰ کے عشق اور فراق کا درد بھی وہی اور نجد کے جنگل اور پہاڑ اور ہرنوں کا دوڑنا بھی وہی ہے :۔

شعرے۲ عشق کا دل حسن کا جادو محمد مصطفےٰ صلعم پیغمبر اسلام بھی وہی اور اے خدا تو بھی وہی ہے جو پہلے تھا:

شعر۳۔ لیکن مسلمانوں کی تباہ حالی و زوال و مایوسی اور اداسی کے پھر کیا معنی ہیں:

تجھ کو چھوڑا کہ رسولؐ عربی کو چھوڑا — بت گری پیشہ کیا بت شکنی کو چھوڑا

عشق کو عشق آشفتہ سری کو چھوڑا — رسم سلمانؓ و اویسؓ قرنی کو چھوڑا

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں

زندگی مثل بلال حبشیؓ رکھتے ہیں!

شعر۱۔ اے خدا! کیا مسلمانوں کی کمزوری اور زوال کا سبب یہ ہے کہ تیرا یا تیرے رسول عربی کا دامن مسلمانوں نے چھوڑ دیا ہے، یا بت گری کو پیشہ بنالیا ہے اور بت شکنی کی عادت کو چھوڑ دیا ہے

شعر۲۔ کیا اللہ اور رسول کے عشق کو یا انکے عشق کی دیوانگی کو چھوڑ دیا ہے۔ جیسا عشق کہ سلمانؓ فارسی اور اویس قرنی کو اللہ کے رسول کے ساتھ تھا، اور زمانہ حال کے مسلمانوں نے عشق رسول کی اس رسم کو ترک کر کے اپنی یہ حالت بنا رکھی ہے:

شعر۳۔ کیا مسلمان اللہ اکبر کی آواز میں جو گرمی تھی، وہ اب بھی اپنے سینوں میں رکھتے ہیں۔ اور بلال حبشی کی طرح اپنی زندگی کو بنا رکھا ہے! اللہ اکبر کا نعرہ سن کر اللہ کی ہیبت دل میں بیٹھ جانا اور سوائے خدا کے اور کسی کا خوف نہ لاتے ہوئے وحدانیت کا اثر دل میں ہو جانا:

عشق کی خیر وہ پہلی سی ادا بھی نہ سہی — جادہ پیمائی تسلیم و رضا بھی نہ سہی

مضطرب دل صفت قبلہ نما بھی نہ سہی — اور پابندی آئین وفا بھی نہ سہی

کبھی ہم سے کبھی غیروں سے شناسائی ہے

بات کہنے کی نہیں تو بھی تو ہرجائی ہے!!

شعر۱۔ اچھا اگر موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کو خدا اور اس کے رسول عربی سے محبت عشق کے درجہ تک نہیں رہی اور پہلی سی روش اچال ڈھال، بھی چھوڑ دی۔ تبلیغ اسلام کے لئے اشاعت یا خدا کے احکام پر سر تسلیم خم اور اس کی رضا پر راضی رہنا بھی چھوڑ دیا، اور بے قرار دل جو ہر وقت قبلہ کی طرف رجوع کرتا تھا اور خدا تعالیٰ کے احکامات کی پابندی جو وفادار بندوں کا فرض ہوتا ہے

شعر ۲ - لیکن اے خدا! یہ بندے پھر بھی تیرے ہی ہیں۔ کبھی تو ہمارا ساتھ دیتا تھا۔ اب غیروں پر نظر کرم رکھتا ہے، اگرچہ بات کہنے کے قابل نہیں، لیکن تیری عادت بھی تو بدلنے والی نہیں ہے۔

سرِ فاراں پہ کیا دین کو کامل تو نے | اک اشارے میں ہزاروں کے لئے دل تو نے

آتش اندوز کیا عشق کا حاصل تو نے | پھونک دی گرمیٔ رخسار سے محفل تو نے

آج کیوں سینے ہمارے شرر آباد نہیں
ہم وہی سوختہ ساماں ہیں تجھے یاد نہیں

شعر ۱ - فاراں کی پہاڑی پر (فاران مکہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) تو نے دین اسلام کو مکمل کر دیا، اور اشاروں میں ہی اے خدا تو نے ہزاروں کے دل موم کر دیئے۔

شعر ۲ - اے خدا! تیری قدرت نے تھوڑے سے ہی عرصے میں عرب کے اکھڑ، جاہل اور خونخوار لوگوں کے دل میں اپنی محبت کی آگ پیدا کر کے محفل دنیا کو اپنی طرف مائل کر لیا۔

شعر ۳ - آج کیا سبب ہے کہ ہمارے دلوں میں تیری محبت کے شرارے نہیں ہیں۔ اگرچہ ہم بھی تو وہی دل جلے ہیں۔ کیا تجھے یاد نہیں کہ ہم انہی بزرگوں کی اولاد ہیں۔

وادیٔ نجد میں وہ شورِ سلاسل نہ رہا | قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا!

حوصلے وہ نہ رہے ہم نہ رہے دل نہ رہا | گھر یہ اجڑا ہے کہ تو رونقِ محفل نہ رہا

اے خوش آں روز کہ آئی و بصد ناز آئی
بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی

شعر ۱ - نجد کی وادیوں میں وہ عشق کے جکڑے ہوؤں کی زنجیروں کی آوازیں اب نہیں آتیں۔ اور قیس (مجنوں) جو اپنی محبوبہ کی اونٹنی کے کجاوے کا نظارہ دیکھنے والا تھا۔ نہیں رہا۔ یعنی عشق الٰہی کے دیوانے اب اس دنیا میں نہیں رہے۔

شعر ۲ - اور نہ ہی صبر و ہمت والے نوجوان رہے۔ اور نہ ہی ہم موجودہ مسلمانوں میں وہ بات پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کا شیرازہ جمعیت و قوت اس طرح بکھر گیا ہے۔ کہ اب مسلمانوں کے دلوں سے خوف خدا اور محبت الٰہی جاتی رہی ہے۔

بادہ کش غیر ہیں گلشن میں لبِ جو بیٹھے
سنتے ہیں جام بکف نغمۂ کوکو بیٹھے

دور ہنگامۂ گلزار سے یک سو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی ہیں منتظرِ ھُو بیٹھے

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمان جگر سوزی دے

شعر ۱ - اس باغ عالم میں غیر مسلم شراب کے دَور پر دَور چلا کر عیش کر رہے ہیں۔ اور شراب کے پیالے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے خوشی کے راگ گا رہے ہیں۔ اور دنیا کے ہنگاموں سے دور یکسوئی کے ساتھ محو بیٹھے ہیں۔ لیکن تیرے چاہنے والے ابھی انتظار ہی میں ہیں ؛

شعر ۲،۳ - اے خدا! اپنے شیدائیوں (مسلمانوں کو اپنے آپ کو بڑھانے یعنی بلندی کا شوق عطا کر اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح ان کے دلوں کو گرما دے ؛

قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز
لے اڑا بلبلِ بے پر کو مذاقِ پرواز!

مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز
تو ذرا چھیڑ تو دے تشنۂ مضراب ہے ساز

نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے
طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لئے

شعر ۱ تا ۳ - مسلم قوم کا اسوقت کوئی راہنما تیرے سوا نہیں ہے اور اس وقت لاوارث (آوارہ) ہے۔ اس کی باگ پھر عرب کی طرف موڑ دے (یعنی حجاز جو مولدِ اسلام اور منبع اسلامی علوم ہے اس کی طرف مسلمانوں کو رجوع کر دے۔ اور مرکز اسلام سے محبت پیدا کر دے، ہندوستان کے مسلمان بے پر یعنی غلام و مجبور ہیں۔ ان کو آزاد ملک عرب کو لے جا تاکہ وہ روضۂ رسول کی زیارت سے مشرف ہو سکیں، تاکہ آزاد ملک کی فضا میں سانس لے کر غلامی کا احساس کر کے آزاد ہونے کے لئے جد و جہد کر سکیں ؛

مشکلیں امتِ مرحوم کی آساں کر دے
مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے

جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کر دے
ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کر دے

جوئے خوں می چکد از حسرتِ دیرینۂ ما

می تپد نالہ بہ نشتر کدہ سینۂ ما !

تشریح:۔ الٰہی یہ وہ امت ہے جو خیر الامم کے نام سے مشہور تھی۔ مگر آج امت مرحومہ (مردہ قوم) کے نام سے مشہور ہے، تو اس کی مشکلات کو آسان کر دے۔ اسکی حالت اس چیونٹی کی سی ہے جس کے پاس کوئی سرمایہ نہ ہو۔ الٰہی اسے حضرت سلیمان کا سا جاہ جلال عطا کر دے اور مسلمانوں میں باہمی محبت مفقود ہو گئی ہے، پھر پیدا کر دے، اور ہندوستان کے بتکدوں میں رہنے والے مسلمانوں کو پھر خالص مسلمان بنا دے، میری یہ دیرینہ خواہش ہے، جس کی سوزش سے حسرتوں کا خون قطرہ قطرہ بن کر بہہ رہا ہے۔ اور مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھکر میں جل رہا ہوں، اور گریہ زاری کر رہا ہوں اور سینے میں اس قدر نشتر لگ رہے ہیں، کہ میرا سینہ نشتروں کا گھر بن گیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھکر میرا سینہ چھلنی ہو رہا ہے۔

بوئے گل لے گئی بیرونِ چمن رازِ چمن ! کیا قیامت ہے کہ پھول ہیں غمازِ چمن !
عہد گل ختم ہوا ٹوٹ گیا سازِ چمن ! اڑ گئے ڈالیوں سے زمزمہ پروازِ چمن

ایک بلبل ہے کہ ہے محوِ ترنم ابتک !
اس کے سینے میں ہے نغموں کا تلاطم ابتک

تشریح:۔ اس شعر میں مسلمانوں کو گل (پھول) سے تشبیہ دی گئی ہے اور چمن سے ملّتِ اسلامیہ مراد لی گئی ہے۔ مسلمانوں کا عروج جاتا رہا، افسوس کہ خود مسلمانوں نے اپنی ترقی کے راز غیر مسلم اقوام پر افشا کئے۔ اور اسلامی باغ پر خزاں چھا گئی۔ قوم میں سے وہ لوگ جن سے قوم کو فائدہ پہنچتا تھا، لیکن ایک بلبل یعنی اقبال اب تک، سلف کے عروج کمال کا گیت گا رہا ہے۔ اور اس کے سینہ میں عہد گذشتہ کے روح پرور نغموں کا طوفان اٹھ رہا ہے ؞

قمریاں شاخِ صنوبر سے گریزاں بھی ہوئیں پتیاں پھول کی جھڑ جھڑ کے پریشاں بھی ہوئیں
وہ پرانی روشیں باغ کی ویراں بھی ہوئیں ڈالیاں پیرہنِ برگ سے عریاں بھی ہوئیں

قیدِ موسم سے طبیعت رہی آزاد اس کی !
کاش گلشن میں سمجھتا کوئی فریاد اس کی !

تشریح :۔ اگرچہ وہ پہلی سی بہار نہیں رہی قوم کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ ملت کے جاں نثاروں اور قوم کے غمگساروں سے اسلام کا باغ ویران ہو چکا ہے اور اقبال انہیں کی یاد اپنے اشعار کے ذریعے تازہ کر رہا ہے اور اچھے بُرے ماحول کی پرواہ نہ کرتا ہوا قرون اولیٰ کی ترقی و اقبال کی طرف گامزن ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ مگر افسوس کوئی اس کے شعروں کی طرف توجہ نہیں دیتا ؛

لطف مرنے میں ہے باقی نہ مزہ جینے میں  کچھ مزہ ہے تو یہی خونِ جگر پینے میں
کتنے بیتاب ہیں جوہر مرے آئینے میں  کس قدر جلوے تڑپتے ہیں مرے سینے میں

اس گلستاں میں مگر دیکھنے والے ہی نہیں
داغ جو سینے میں رکھتے ہیں وہ لالے ہی نہیں

تشریح :۔ مسلمانوں کی حالت ایسی ہے کہ دیکھی نہیں جا سکتی اور ان کی حالت دیکھ کر خون جگر پینا پڑتا ہے میرے کلام میں بہار اسلام کے کتنے جلوے تڑپ رہے ہیں۔ میں دکھانا چاہتا ہوں، اور میں مسلمانوں کی پھر پہلی سی ترقی اور شوکت دیکھنے کے لئے کس قدر بے قرار ہوں۔ افسوس اس دنیا میں لوگ میرے دل کی گہرائیوں کو سمجھنے والے نہیں رہے، اور مسلمانوں کی پستی کو دیکھ کر میرے دل میں جو غم کے داغ پڑ چکے ہیں۔ انہیں دیکھنے والا کوئی نہیں، اور اب حالت یہ ہے کہ نہ زندگی کا کچھ مزہ ہے نہ مرنے کا ؛

چاک اس بلبل تنہا کی نوا سے دل ہوں  جاگنے والے اسی بانگِ درا سے دل ہوں

یعنی پھر زندہ نئے عہدِ وفا سے دل ہوں  پھر اسی بادۂ دیرینہ کے پیاسے دل ہوں

عجمی خم ہے تو کیا مے تو حجازی ہے مری
نغمہ ہندی ہے تو کیا لے تو حجازی ہے مری

تشریح بکاتش :۔ اس اکیلے بلبل (یعنی اقبال) کے گیت سے موجودہ مسلمانوں کے دلوں میں پستی سے نفرت اور ترقی کا جوش پیدا ہو، اور یہ نظم (شکوہ) ان کو خواب غفلت سے جگانے کے لئے گھنٹے کی آواز کا کام دے۔ یعنی وہ پھر نئے سرے سے خدا کے ساتھ وفادار رہنے کا اقرار کریں (کیونکہ اسی عہد کو توڑ کر وہ ذلیل بے حس اور مردہ ہو گئے ہیں) اور قرونِ اولیٰ کے

مسلمانوں کے نقش قدم پر چلیں۔
اقبال مرحوم فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں عجمی (یعنی عرب و حجاز کے سوا تمام لوگوں کو عجمی کہتے ہیں) یعنی ہندی مسلمان ہوں۔ لیکن میرا مذہب تو اسلام ہے جس کا منبع حجاز ہے۔ اور اگرچہ میرا راگ اردو میں ہے۔ لیکن میری تال سر لے اسلام کے مطابق ہیں:-

# جواب شکوہ

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے | پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے
قدسی الاصل ہے رفعت پہ نظر رکھتی ہے | خاک سے اٹھتی ہے گردوں پہ گزر رکھتی ہے
عشق تھا فتنہ گر و سرکش و چالاک مرا
آسماں چیر گیا نالۂ بے باک مرا!!

تشریح:- جو بات دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہے، وہ کچھ نہ کچھ اثر ضرور رکھتی ہے۔ اگرچہ میرا کلام مؤثر نہیں، مگر میرا تخیل بہت بلند ہے جتنی بلندی پر فرشتے رہتے ہیں۔ وہاں تک میری نگاہ پہنچتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ زمین سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک میری نگاہ کام کرتی ہے۔ اور میری درد بھری فریاد اور ملت کے غم میں رونا آسمان کے سینے کو چیر کر خدا کے حضور میں پہنچتا ہے۔ اگرچہ اسلام کی محبت اور عشق کی فریاد گستاخی کے مترادف ہے۔ اور کئی قسم کے فتنے پیدا کرتی ہے۔

پیرِ گردوں نے کہا سن کے کہیں ہے کوئی | بولے سیارے سرِ عرشِ بریں ہے کوئی
چاند کہتا تھا نہیں اہلِ زمیں ہے کوئی | کہکشاں کہتی تھی پوشیدہ یہیں ہے کوئی
کچھ جو سمجھا مرے شکوے کو تو رضواں سمجھا
مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا

تشریح:- آسمان نے سن کر کہا۔ کیا کوئی کہنے والا موجود ہے۔ سیارے بولے بلند آسمان پر کوئی ہے جس کی گریہ زاری ہم نے بھی سنی ہے۔ چاند کہتا تھا۔ کہ بولنے والا اہل زمین یعنی

دنیا کے لوگوں میں سے کوئی ہے۔ کہکشاں نے کہا کہ بولنے والا کوئی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہیں کہیں چھپا ہوا ہے۔ میری آواز کو ہر ایک نے مختلف سمجھا۔ اگر میرے شکوے کو کسی نے سمجھا تو وہ بہشت کا پہرے دار تھا۔ جس نے مجھے جنت سے نکالا ہوا انساں سمجھا:

تھی فرشتوں کو بھی حیرت کہ یہ آواز ہے کیا | عرش والوں پہ بھی کھلتا نہیں یہ راز ہے کیا
تا سرِ عرش بھی انسان کی تگ و تاز ہے کیا؟ | آگئی خاک کی چٹکی کو بھی پرواز ہے کیا!

غافل آداب سے سکان زمیں کیسے ہیں!
شوخ و گستاخ یہ پستی کے مکیں کیسے ہیں!

تشریح:۔ فرشتے بھی حیران ہو رہے ہیں کہ یہ کیسی آواز ہے۔ ان پر بھی یہ فیصلہ نہ کھلا تھا سوچتے تھے کہ کیا انسان بھی عرش تک پہنچنے کی جدو جہد کر سکتا ہے۔ کیا یہ خاک کی چٹکی یعنی انسانکو بھی اتنے بلند عرش تک پہنچنے کی طاقت ہو گئی ہے یہ زمین کے رہنے والے کیسے منہ پھٹ اور گستاخ ہیں کہ دربارِ خداوندی کے آداب سے بے پرواہ ہیں۔ اور اسقدر بے تحمل ہیں کہ اللہ سے بھی جھگڑتے ہیں۔

اسقدر شوخ کہ اللہ سے بھی برہم ہے | تھا جو مسجودِ ملائک یہ وہی آدم ہے!
عالمِ کیف ہے دانائے رموزِ کم ہے | ہاں، مگر عجز کے اسرار سے نامحرم ہے

ناز ہے طاقتِ گفتار پہ انسانوں کو
بات کرنے کا سلیقہ نہیں نادانوں کو

تشریح:۔ کیا یہ وہی آدم ہے، جسے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا، یہ نشہ کے عالم میں ہے، اور داناؤں کی باتوں کو نہیں سمجھتا اور عاجزی کے بھیدوں سے ناواقف ہے۔ انسانوں کو قوتِ تقریر پہ تو گھمنڈ ہے۔ مگر بولنے کا طریقہ نہیں آتا۔

آئی آواز غم انگیز ہے افسانہ تیرا | اشکِ بیتاب سے لبریز ہے پیمانہ تیرا
آسماں گیر ہوا نعرۂ مستانہ تیرا | کسقدر شوخ زباں ہے دلِ دیوانہ تیرا

شکر شکوے کو کیا حسنِ ادا سے تو نے!
ہم سخن کر دیا بندوں کو خدا سے تو نے

تشریح:۔ غیب سے ندا آئی۔ اے اقبال تیری کہانی غم کو بڑھانیوالی ہے۔ اور تیری بیقراری کے

آنسوؤں سے تیرا پیمانہ بھرا ہوا ہے۔ تیرا دل (محبتِ اسلام کے باعث) دیوانہ ہو رہا ہے۔ تیری زبان میں شوخی ہے۔ اور تیرے آزادانہ نعرے آسمان تک پہنچ چکے ہیں۔ شکر کی بجائے تو نے شکوہ کیا۔ وہ بھی کمال خوبی سے اور تو نے بندوں کو خدا کے ساتھ ہمکلام کر دیا۔ اب سن! مسلمانوں کی موجودہ پستی اور زوال کے اسباب کیا ہیں۔ اور میں نے (خدا نے) مسلمانوں سے منہ کیوں موڑ لیا ہے۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں۔ راہ دکھلائیں کسے؟ کوئی رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے، جوہر قابل ہی نہیں۔ جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گل ہی نہیں
کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

تشریح:۔ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ ہم تو بخشش کرنے کو تیار ہیں۔ مگر مسلمان ہم سے طلب نہیں کرتے۔ ہم راستہ کسے دکھلائیں۔ راستہ پر چلنے والے ہی نہیں، ہم تو سب کی پرورش کرتے ہیں ان میں قابلیت کی خوبیاں ہی نہیں رہیں۔ اگر کوئی قابل ہو تو ہم شان بھی عطا کرتے ہیں۔ اور کوئی علم کی تحقیقات کرنے والا ہو۔ تو اسے ہم معلومات کی دنیا دکھاتے ہیں۔

ہاتھ بے زور ہیں، الحاد سے دل خوگر ہیں ۔۔۔ اُمّتی باعثِ رسوائیٔ پیغمبر ہیں
بت شکن اُٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں ۔۔۔ تھا ابراہیم پدر، اور پسر آذر ہیں!
بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا بت بھی نئے تم بھی نئے

تشریح:۔ دولت پرستی آرام طلبی اور کاہلی کے باعث بازوؤں میں زور نہیں رہا۔ دلوں پر بے دینی نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور اسطرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی رسولِ مقبول کی شان کو گھٹا رہے ہیں، بت شکن دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور باقی جو موجود ہیں۔ وہ بت گر ہیں۔ مسلمانوں کے

(۱) محمود غزنوی کی طرف اشارہ ہے جس نے سومنات کے مندر میں پجاری لاکھوں روپے دینے کو تیار تھے۔ کہ وہ بت کو نہ توڑے۔ تو اس نے کہا کہ میں بت شکن ہوں۔ بت فروش نہیں ہوں۔ نیز حضرت ابراہیم کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (۲) اللہ: حکام اولاد کے بت۔ دولت کے بت۔ قومیت کے امتیازات کے بت الغرض صدہا قسم کے بت ہیں۔ جو مسلمانوں نے بنا رکھے ہیں جنکی محبت دین کی اشاعت اور راہِ حق سے باز رکھتی ہے۔

بزرگانِ سلف تو دنیا کے بتوں سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن ان کی اولاد (یعنی موجودہ مسلمان) ان کے خلاف چل رہے ہیں۔ شراب پینے والے بھی نئے۔ شراب بھی نئی اور شراب کے مٹکے بھی نئے۔ یعنی مسلمان قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں سے بالکل مختلف ہیں، اے مسلمانو! تم نے کعبہ کو چھوڑ دیا ہے۔ یعنی مرکز اسلام سے دور ہٹ گئے۔ اور اپنے آپ کو شریعت کے دائرہ سے باہر نکال کر بالکل نیا رنگ اختیار کر لیا۔

وہ بھی دن تھے کہ یہی مایۂ رعنائی تھا  نازشِ موسمِ گل لالۂ صحرائی تھا
جو مسلمان تھا اللہ کا سودائی تھا  کبھی محبوب تمہارا یہی ہرجائی تھا
کسی یکجائی سے اب عہدِ غلامی کر لو
ملتِ احمدِ مرسل کو مقامی کر لو

تشریح:۔ کبھی وہ دن تھے کہ مسلمان ہونا ہی باعثِ فخر سمجھا جاتا تھا۔ اور مسلمان کے دم قدم سے دنیا منور تھی۔ مسلمان نشہ توحید میں اسقدر سرشار تھے۔ کہ وہ اللہ کے نام کے سودائی تھے۔ جب ان کی یہ حالت تھی تو خدا بھی ان کو چاہتا تھا۔ اے مسلمانو! اگر تم سب اکٹھے ہو کر سچے دل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا عہد کر لو۔ یعنی ان کے حکموں کی پوری پوری پیروی کرو تو پھر تم دین و دنیا میں سُرخرو ہو سکتے ہو۔

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے  ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبعِ آزاد پہ قیدِ رمضان بھاری ہے  تم ہی کہہ دو یہی آئینِ وفاداری ہے
قوم مذہب سے ہے مذہب جو نہیں تم بھی نہیں
جذبِ باہم جو نہیں محفلِ انجم بھی نہیں

تشریح:۔ ندائے غیب جو اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ اسمیں مسلمانوں کو ان الفاظ میں مخاطب کیا گیا ہے کہ اے مسلمانو! تم کو صبح کے وقت نماز کے لئے اٹھنے میں کسقدر مصیبت نظر آتی ہے، بتاؤ تمہیں ہم سے کب پیار ہے۔ نہیں، تو نیند پیاری ہے۔ تمہاری آزاد طبیعت پر (کیونکہ مسلمانوں نے شریعت کی پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کر رکھا ہے) رمضان کا مہینہ کس قدر گراں گزرتا ہے۔ یعنی رمضان کے مہینہ کو ماتم کنی اور مصیبت سمجھتے ہیں اور خدا کی خوشنودی کے لئے

رمضان شریف میں روزے نہیں رکھتے۔ اب تم ہی بتادو کہ وفاداری کا یہی طریقہ ہے؟ اے مسلمانو قوم مذہب سے ہے۔ اگر مذہب نہیں، تو تمہاری بھی کوئی وقعت نہیں (یعنی کچھ ہستی نہیں) اگر ستاروں کا آپس میں اتحاد نہ ہو تو وہ ستاروں کی مجلس نہیں کہلا سکتی۔ اسی طرح اگر مسلمانوں میں باہمی اتحاد نہ ہو تو وہ "مسلم قوم" کہلانے کے کب مستحق ہو سکتے ہیں!

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

تشریح: جن کو دنیا میں کوئی ہنر نہیں آتا، گھر بار کی فکر نہیں، اے مسلمانو! کیا تم وہی ہو؟ جو اپنے بزرگوں تک کی قبریں بیچ ڈالتے ہو اور جہاں قہر کی بجلیاں پڑتی ہیں۔ اے مسلمانو! کیا تم وہی ہو۔ اے مسلمانو! تم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیکار، آرام کی زندگی بسر کرنے کیلئے اپنے بزرگوں کی قبروں پر مجاور بن کر یا گدی نشین بن کر نذریں نیازیں لیتے ہو، اور چڑھاووں کی آمدنی سے پیٹ پالتے ہو گویا قبروں کی تجارت کر کے اپنے آپ نیک نام (معزز) بنے پھرتے ہیں (شرم کا مقام ہے) اور کیا تمہارا یہ چلن بت فروشی سے کم ہے؟

صفحۂ دہر سے باطل کو مٹایا کس نے؟
نوعِ انساں کو غلامی سے چھڑایا کس نے
میرے کعبے کو جبینوں سے بسایا کس نے
میرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے
تھے تو آباء وہ تمہارے ہی، مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

تشریح: دنیا سے باطل، جھوٹ، ناحق (غیر اللہ) کو مٹا کر توحید کا غلغلہ کس نے مچایا، اور انسانوں کو غلامی سے کس نے نجات دلائی، میرے کعبہ (بیت اللہ) کو سجدوں سے کس نے آباد کیا، اور میرے نازل کردہ قرآن شریف کو سینوں سے کس نے لگایا (قرآن شریف کی تعلیم پر عمل کرنے سے مراد ہے) یہ سب کچھ تمہارے بزرگوں نے کیا۔ مگر اے مسلمانو! تم بتاؤ کہ تم کون ہو؟ کیا انہی بزرگوں کی اولاد ہو، مگر تمہارے اعمال و کردار ویسے نہیں، بلکہ تم ہاتھ پر ہاتھ

دھرے کل کے منتظر ہو، یعنی قسمت کے دھنی اور کاہل الوجود ہو۔

کیا کہا؟ بہر مسلماں ہے فقط وعدۂ حور ‏ ‏ شکوہ بیجا بھی کرے تو لازم ہے شعور!
عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور ‏ ‏ مسلم آئیں ہوا کافر تو ملے حور و قصور
تم میں حوروں کا کوئی چاہنے والا ہی نہیں
جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

تشریح: در غیب سے ندا آئی کہ اے کہنے والے تو کیا کہتا ہے۔ کہ مسلمان سے صرف حور ملنے کا وعدہ ہی وعدہ ہے۔ اگر شکوہ کیا جائے تو اس کے واسطے ضروری ہے کہ تمیز ہو۔ قانونِ قدرت میں عدل لازمی ہے۔ اگر واقعی سچے مسلمان ہو۔ تو جنت میں تمہیں ضرور نیکیوں کے عوض حوریں ملیں گی۔ مگر اے مسلمانو! تم میں حوروں کا چاہنے والا ہی کوئی نہیں۔ طور پہاڑ تو موجود ہے۔ لیکن روحانیت کی وہ بلندی موجود نہیں رہی جو حضرت موسیٰ میں تھی۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک ‏ ‏ ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک ‏ ‏ کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں!
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

تشریح: تمام قوم کا یعنی سب مسلمانوں کا نفع نقصان ایک ہے۔ دین ایمان ایک، نبیؐ ایک، قرآن مجید ایک، اللہ ایک، کعبہ بھی ایک۔ ان سب باتوں کے ایک ہوتے ہوئے اگر مسلمان بھی ایک ہوتے یعنی اتفاق اور سلوک محبت پیار ہوتا تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ مگر یہاں تو فرقہ بندی کی تقسیم میں ایسے پھنسے ہیں کہ ان کا شیرازہ درہم برہم ہو گیا ہے۔ اس لئے ڈاکٹر اقبال مرحوم نے قوم سے یعنی مسلمانوں سے شکایت ظاہر کی ہے کہ جب ارکانِ اسلام میں ہر ایک یکجہتی ہے تو پھر مسلمانوں میں باہمی اتحاد و خلوص کیوں نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمانہ حال کے مسلمان (ارکانِ اسلام) کے کاربند نہیں رہے۔ تبھی تو دنیا میں کمزور اور خوار ہیں۔

کون ہے تارکِ آئینِ رسولؐ مختار؟ ‏ ‏ مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟ ‏ ‏ ہو گئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں

## شریعتِ اسلام اور ارشاداتِ نبوی سے روگردانی

لوگوں سے مراد مسلمان ہیں۔ کیونکہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ اور جواب بھی مسلمانوں کو مل رہا ہے۔ اے مسلمانو! کیا تم پیغمبر اسلام کی شریعت کے تارک نہیں ہو۔ کیا تم حق گوئی سے اسلئے نہیں ڈرتے کہ مصلحت وقت کا تقاضہ ہے۔ کہ خاموشی اختیار کی جائے، باہمی عدل و انصاف، عبادت اور نیکیوں سے کوتاہی اور غفلت سے کام لیتے ہو۔ اور مصلحت اندیشی کا بہانہ کرتے ہو۔ تم نے غیر قوم کا اشعار اختیار کر لیا ہے۔ اور بزرگان سلف کے طور طریقوں سے بیزار ہو گئے۔ اور پھر یہ دعوے ہے کہ ہم مسلمان ہیں:۔

اے مسلمانو! تمہارے دلوں میں قوم و ملت کے زوال سے تڑپ پیدا نہیں ہوئی۔ تم مردہ دل ہو گئے ہو۔ اور ایسے بے حس ہو کہ اپنی موجودہ حالت کو بدلنے کا احساس تک نہیں رکھتے۔ افسوس! تمہیں اپنے ہادئ برحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام (باہمی اتحاد، عمل صالحہ، سنتِ محمدیہ کی پیروی) کا بھی کچھ خیال نہیں:۔

جا کے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
زحمتِ روزہ جو کرتے ہیں گوارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب

امرا نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملتِ بیضا غربا کے دم سے

## متمول اور غریب مسلمانوں کا مذہب سے واسطہ اور باہمی فرق

مساجد میں نماز پڑھیں اور روزے رکھیں تو غریب اور خدا کا نام لیں تو غریب لیں۔ اگر کسی کی پردہ داری کرتے ہیں تو غریب کرتے ہیں۔ امیر مسلمان تو دولت کے نشہ میں عبادتِ الٰہی اور فرائض اسلامی سے غافل ہیں۔ اور یہ نورانی مذہب (اسلام) اگر زندہ ہے تو غریبوں کے دم سے۔ امیر مسلمان تو صرف نام کے ہی مسلمان ہیں:۔

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برقِ طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

## واعظوں کا طرزِ بیان اور تاثر:۔

قوم کے راہنما اور خطیبوں کے کلام اور زبان میں خیالات کی پختگی اور اثر نہیں رہا۔ ایسے مخلص اور ہمدردانِ اسلام نہ رہے جن کی نصیحتیں اور لیکچر سامعین کے دلوں کی گہرائیوں تک اثر کر جاتے تھے۔ آج کے مؤذنوں کی اذان میں حضرت بلال رضؓ حبشی جیسی اذان جسے سن کر لوگوں پر رقت طاری ہو جاتی تھی، نہ رہی۔ امام غزالی کی سی تلقین کرنے کا سلائی کو ڈھنگ بھول گیا صرف فلسفہ ہی رکھتے ہیں۔ مسجدیں نمازیوں کی قلت اور غفلت کی وجہ سے ویران پڑی ہیں۔ اور مسلمانوں سے قرونِ اولیٰ کے عربوں کی صفات حالتیں ہیں یہی شور ہے ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو!

تشریح:۔ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والو! سید و میرزا و افغان کہلانے والو، تم اپنے آپ کو سب کچھ کہو، مگر یہ تو بتاؤ کہ تم مسلمان بھی ہو۔ کیوں! اسلئے کہ وضع قطع کے لحاظ سے تو عیسائی اور تمدن (میں جول رہنا سہنا) کی رو سے تم ہندو معلوم ہوتے ہو۔ الغرض تمہاری موجودہ حالت ایسی ہے۔ کہ تمہارے افعال و کردار و شعائر کو دیکھ کر یہودی بھی شرمندہ ہوتے ہیں، یعنی تمہاری بدترین حالت ہے۔ اے مسلمانو! تمہیں دیکھ کر ایسا خیال پیدا ہوتا ہے، کہ کیا کسی زمانہ میں مسلمان بھی ہے۔ جو خیرالامم کے نام سے مشہور تھے۔ اور جن کے کارنامے سن کر دنیا محوِ حیرت ہے۔ اب قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی نظیر نہیں ملتی۔ یہی شور ہے کہ مسلمان دنیا میں کبھی ہوتے بھی تھے۔ (کیونکہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے نام مسلمانوں کے سے نہیں ہیں:۔

دمِ تقریر تھی مسلم کی صداقت بیباک — عدل اسکا تھا قوی لوثِ مراعات سے پاک
شجرِ فطرتِ مسلم تھا حیا سے نمناک — تھا شجاعت میں وہ اک ہستیٔ فوق الادراک

خود گدازی نمِ کیفیتِ صہبائش بود
خالی از خویش شدن صورتِ مینائش بود

**شانِ مسلم:** ۔ مسلمان دل اور زبان کا سچا اور اس کی حق گوئی (سچائی اور صاف گوئی) کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ انصاف ایسا جور و رعایت سے پاک ہو مسلمان کی فطرت میں ہی حیا (بدیوں سے شرم) تھی۔ اور بہادری میں کوئی قوم اسکا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔ لیکن آجکل کے مسلمان اپنی کھال میں مست رہتے ہیں۔ (نشہ خود پسندی) اور قوم کی حقیقت و کیفیت سے بے خبر ہیں۔ ایسی حالت میں (انفرادی صورت) مسلمانوں کی قدر و منزلت اور دبدبہ اسلامی غیر اقوام کی نظروں میں خاک ہوگا۔ اپنوں سے بیگانگی اور کنارہ کشی ملتِ اسلامیہ کی تقویت کا باعث نہیں ہو سکتی۔ جسطرح خالی صراحی آواز دیتی ہے۔ بعینہٖ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے منتشر مسلمانوں کی آواز میں کیا طاقت اور تاثیر ہو سکتی ہے۔ مسلمانوں پر غیر مسلموں کی طرف سے ظلم و ستم ڈھائے جائیں۔ حقوق غصب کئے جائیں، اور ذلیل کیا جاتا ہے اور اس پہ غضب یہ کہ مسلمانوں میں پھوٹ ہو۔ گروہوں میں بٹے ہوئے ہوں، ہم آواز نہ ہوں تو ان کی مظلومیت کی کون پرواہ کرتا ہے۔ اگر متحد و متفق ہوں اور سب یکجا ہوں، تو دنیا کی کوئی طاقت ان کے مذہب میں مداخلت یا ان پر ظلم نہیں کر سکتی نہ ان کے حقوق آزادی سلب کرنے کی کسی میں جرأت ہو سکتی ہے۔

ہر مسلمان رگِ باطل کے لئے نشتر تھا — اس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا
جو بھروسہ تھا اُسے قوتِ بازو پر تھا — ہے تمہیں موت کا ڈر اس کو خدا کا ڈر تھا

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو

**تشریح:** ۔ قرونِ اولیٰ کا ہر مسلمان حق گوئی میں اسقدر دلیر ہوتا، کہ اس کا وجود باطل (جھوٹ افترا) کے لئے نشتر بن جاتا تھا۔ جس طرح نشتر گندے پھوڑے کو کاٹ ڈالتا ہے۔

اسی طرح مسلمانوں نے باطل کی جڑوں کو کاٹ دیا، یہی وجہ تھی، اس کی زندگی آئینہ کی طرح صاف اور شفاف تھی۔ اور اس کے افعال خوبیوں سے لبریز تھے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمان غیروں کے بھروسہ پر نہ رہتے تھے۔ بلکہ اپنے بازوؤں کی قوت پر یقین رکھتے تھے۔ لیکن موجودہ زمانہ کے مسلمانو! تمہاری یہ حالت ہے کہ تم موت سے ڈرتے ہو (اس لئے حق گوئی سے باز رہتے ہو) تمہارے بزرگوں کو صرف خدا کا خوف تھا، اسلئے تم اپنے بزرگوں کا سا مرتبہ جاہ وجلال اور عزت وشان کیسے حاصل کر سکتے ہو۔ جب کہ تم انکے نقشِ قدم پر نہیں چلتے۔

ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلمان ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تشریح :۔ اے بیسویں صدی کے مسلمانو! تم قرآن کی تعلیم کو چھوڑ کر دنیا میں ذلیل ہو رہے ہو۔ مگر تمہارے بزرگ اسی قرآن پر عمل کر کے دنیا میں معزز تھے۔ تم کاہل الوجود آرام طلب اور عیش وعشرت کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ تمہیں اپنے بزرگوں سے کیا روحانی تعلق ہے۔ کیا تم اپنے افعال کے لحاظ سے مسلمان ہو؟

تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم
تم خطاکار و خطابیں وہ خطاپوش وکریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم
تختِ فغفور بھی ان کا تھا سریرِ کَے بھی
یونہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیت ہے بھی؟

تشریح :۔ تم آپس میں ایک دوسرے سے خفگی سے پیش آتے ہو، باہمی عیب جوئی کرتے ہو۔ مگر تمہارے بزرگ (یعنی قرونِ اولیٰ کے مسلمان) باہمی خلق ومحبت سے پیش آتے تھے۔ ایک دوسرے کے عیب چھپاتے اور غلطیوں کو معاف کر دیتے تھے۔ اے مسلمانوں اگر تم ترقی کی انتہائی بلندیوں تک پہنچنا چاہتے ہو۔ تو پہلے اپنے بزرگوں کے سے دل گردے اور بلند ارادے پیدا کرو۔ کہ تخت وتاج، مال ودولت ان کے قدموں میں تھے۔ مگر تم باتیں ہی

بنانے والے اور عمل میں بالکل کورے اور منتشر ہو۔

خودکشی شیوہ تمہارا، وہ غیور و خوددار　　تم اخوت سے گریزاں، وہ اخوت پہ نثار
تم ہو گفتار سراپا، وہ سراپا کردار　　تم ترستے ہو کلی کو، وہ گلستاں بکنار

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت اُنکی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُنکی

تشریح:۔ اے زمانہ حال کے مسلمانو! تم اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھو، اور قرونِ اولیٰ کے کارناموں کا بھی مطالعہ کرو، کہ وہ کیا تھے اور تم کیا ہو؟ تم دنیا کے مصائب سے گھبرا کر خودکشی کر لیتے ہو۔ اور وہ غیرت مند اور خوددار تھے، تم باہمی بھائی بندی سے بھاگتے ہو، نفرت کرتے ہو، مگر تمہارے بزرگ اسلامی برادری پر قربان تھے۔ تم باتوں کے دھنی ہو۔ مگر وہ جو کہتے تھے، وہ کر دکھلاتے تھے، تم معمولی سی ترقی اور اقبال کو ترستے ہو۔ مگر تمہارے بزرگ انتہائی ترقی اور آزادی اور کمال کے علم بردار تھے۔ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے کارنامے، داستانیں اب تک یاد ہیں۔ اور روئے زمین پر مسلمانوں کی حق پسندی اور راستی کے نشان گڑے ہوئے ہیں۔

مثلِ انجم افقِ قوم پہ روشن بھی ہوئے　　بت ہندی کی محبت میں برہمن بھی ہوئے
شوقِ پرواز میں مہجورِ نشیمن بھی ہوئے　　بے عمل تھے ہی جواں، دین سے بدظن بھی ہوئے

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے میں آباد کیا

تشریح:۔ زمانہ حال کے مسلمان ہندوستان میں رہ کر غیر مسلموں کے عادات، رسومات کے مقلد بن گئے، بے عمل پہلے تھے۔ الحادی ترقی کے شوق میں دین سے بھی بدگمان ہو گئے، تہذیبِ جدید اختیار کر کے شریعت اسلام کی تمام پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد کر لیا۔ کعبہ کو چھوڑ

---

ط۱ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ یعنی کبھی بھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔

کر اچاہا دِل حسینانِ یورپ کو دے بیٹھے اور صنم پرستی شروع کر دی ۔

قیس زحمت کشِ تنہائی صحرا نہ رہے شہر کی کھائے ہوا ، بادہ پیما نہ رہے
وہ تو دیوانہ ہے بستی میں رہے یا نہ رہے یہ ضروری ہے حجاب رخِ لیلیٰ نہ رہے

گلۂ جور نہ ہو شکوۂ بیداد نہ ہو
عشق آزاد ہے کیوں حسن بھی آزاد نہ ہو

تشریح :۔ شمع اسلام کے ایسے پروانے نہ رہے ۔ جیسے جنگل میں مجنوں لیلیٰ کے فراق میں مصیبتیں اٹھاتا رہا ۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح سیاحتِ عالم کے دلدادہ نہ رہے ۔ بلکہ شہروں اور گھروں میں گھسے رہے ۔ اسلام کے شیدائی وطن اور وطن سے باہر اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا خیال رکھتے تھے ۔ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کو خدا اور رسولؐ سے عشق تھا ۔ اسلام اور ملت اسلامیہ سے محبت تھی ۔ اور دنیا کے جس حصہ میں جاتے اسلام اور ملتِ اسلامیہ مفادات کو پیش رکھتے تھے ۔ اور موجودہ دور کے مسلمان اپنے ذاتی فائدے کا خیال رکھتے ہیں :۔

عہدِ نو برق ہے ، آتش زن ہر خرمن ہے ایمن اس سے کوئی صحرا نہ کوئی گلشن ہے
اس نئی آگ کا اقوام کہن ایندھن ہے ملتِ ختمِ رسلؐ شعلہ بہ پیراہن ہے

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

تشریح :۔ نیا زمانہ (موجودہ دور) اس بجلی کی طرح جس کی آگ سے غلّہ کے ہر ڈھیر کو آگ لگی ہوئی ہے ۔ اور کوئی جنگل اور باغ اس آگ کے اثر سے محفوظ نہیں ؛

نئی تہذیب کی آگ سے پرانی قومیں ایندھن کی طرح جل رہی ہیں ۔ یعنی فنا ہو رہی ہیں ۔ اور خاتم الانبیاء حضرت محمد صلعم کی امت یعنی مسلمان بھی اسی تہذیب جدید کے شعلوں کے لپیٹے میں آچکے ہیں ۔ اسلئے ملتِ اسلامیہ میں حضرت ابراہیم جیسے پختہ ایمان والے لوگوں کی ضرورت ہے ۔ جو اپنی مساعی جلیلہ سے اس نئی تباہ کن تہذیب کی آگ کو ٹھنڈا کر کے یعنی تہذیب جدید کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینکدیں ۔ اور اسلامی تہذیب و تمدن کو روشن کریں ؛۔

دیکھ کر رنگِ چمن ہو نہ پریشاں مالی! کوکبِ غنچہ سے شاخیں ہیں چمکنے والی
خس و خاشاک سے ہوتا ہے گلستاں خالی گل بر انداز ہے خونِ شہداء کی لالی

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے
یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

تشریح:۔ اے امتِ محمدیہ کے خیراندیشو! اور ملت کی بہبودی چاہنے والو، تم مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر گھبراؤ نہیں۔ بلکہ خوشاں رہو۔ کیونکہ قوم میں بیداری کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔ اور قوم کے نونہال تقویتِ ملت کے لئے تیار نظر آ رہے ہیں۔ جسطرح باغ کی آبادی اور رونق بھی ہوئی ہے۔ جب گھاس پھوس سے باغ کو خالی کر دیا جائے۔ اسی طرح قومی ایثار اور قربانیوں سے ملت کا باغ اپنی بہار پر آتا ہے۔ کیونکہ آسمان کا رنگ عنابی ہو جاتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ سورج نکلنے والا ہے:۔

امتیں گلشنِ ہستی میں ثمر چیدہ بھی ہیں! اور محرومِ ثمر بھی ہیں خزاں دیدہ بھی ہیں
سینکڑوں نخل ہیں کاہیدہ بھی بالیدہ بھی ہیں سینکڑوں بطنِ چمن میں ابھی پوشیدہ بھی ہیں

نخلِ اسلام نمونہ ہے برومندی کا
پھل ہے یہ سینکڑوں صدیوں کی چمن بندی کا

تشریح:۔ دنیا میں کئی قومیں اپنی جد و جہد کا پھل پاتی ہیں۔ کئی اقوام نے دنیا کی بربادی اور جد و جہد میں ناکامی کا منہ دیکھا ہوا ہے۔ لیکن "اسلام" نمونہ ہے کامیابی کا:۔

پاک ہے گردِ وطن سے سرِ داماں تیرا تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا
قافلہ ہو نہ سکے گا کبھی ویراں تیرا غیر یک بانگِ درا کچھ نہیں ساماں تیرا

نخلِ شمع استی و در شعلہ دود ریشۂ تو
عاقبت سوز بود سایۂ اندیشۂ تو

تشریح:۔ اے مسلم! تیرا دامن وطن کی گرد سے پاک ہے۔ یعنی تو وطن کی الجھنوں سے آزاد ہے۔ تو جہاں چلا جائے وہی تیرا وطن ہے۔ تیرا قافلہ یعنی مسلم قوم کبھی برباد نہیں ہو سکتی۔ تیرا سامان صرف لا الہ الا اللہ ہے۔ اسی ایک کلمہ توحید کے رشتہ سے دنیا بھر میں تو اپنے برادران

توحید سے منسلک ہے۔ اور اسی ایک آواز پر تو مرکز ملّت پر متحد ہو سکتا ہے۔ تو شمع توحید و رسالت کا وہ پروانہ ہے۔ جسکی شمع کے شعلوں اور دھوئیں میں زندگی کا راز ہے (یعنی مسلمان توحید و رسالت کے صحیح پروانے یعنی فدائی بن جائیں) مگر اس سے غافل ہو کر تو نے اپنی عاقبت کو برباد کر ڈالا ہے۔ اور اب تو اپنے سایہ سے بھی ڈرتا ہے ؎

تو نہ مٹ جائیگا ایران کے مٹ جانیسے — نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے
ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے — پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے
کشتیٔ حق کا زمانے میں سہارا تو ہے
عصر نو رات ہے دھندلا سا ستارا تو ہے

تشریح:۔ مسلم قوم وطنیت کے پھندے میں مقیّد نہیں۔ اسکا مذہب اور ایمان پختہ ہونا چاہیئے۔ مسلمانوں سے اگر سلطنت و حکومت اور وطن چھینا جائے، تو پرواہ نہیں۔ وہ اپنے ایمان اور مذہب (اسلام) پر پختگی سے ڈٹا ہوا ہے۔ جیسے شراب کے متوالے کو شراب چاہیئے۔ پیالہ نہ ہوا تو اوک سے پی لے گا۔ تاتاریوں نے مسلمانوں پر بے پناہ حملے کر کے سلطنت اور ملکوں کی بساطیں الٹ دیں، مگر اسلام اور مسلمان دنیا میں اب تک موجود ہیں۔ کعبہ کی حفاظت کے لیے عرب کے بت پرست ہی اس کے محافظ بن گئے۔ اے مسلمان! تو دنیا میں صداقت پھیلانے والا ستارا ہے، یعنی نئی تہذیب جس نے دنیا میں دہریت، الحاد، باطل پرستی وطنیت کے جال، عیاروں کے پھندے اور بداخلاقیوں کو فروغ دیا ہے۔ اور حقانیت جلتی رہتا ہے، مسلم قوم ہی ہے۔ جو اگرچہ کمزور ہے۔ مگر آخر کو یہی حقانیت کی روشنی پھیلائے گی:۔

ہے جو ہنگامہ بپا یورشِ بلغاری کا — غافلوں کے لئے پیغام ہے بیداری کا
تو سمجھتا ہے یہ ساماں ہے دل آزاری کا — امتحاں ہے ترے ایثار کا، خودداری کا
کیوں ہراساں ہے صہیلِ فرسِ اعدا سے
نورِ حق بجھ نہ سکے گا نفسِ اعدا سے

تشریح:۔ اس شعر میں علامہ اقبال مرحوم بلغاریہ کی شورش کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جو یورپ

میں ۱۹۱۴ء کی جنگ سے پہلے ترکی کی ماتحت تھا۔ مگر آجکل سلطنت ترکی سے علیحدہ سلطنت ہے۔ سلطنت عثمانیہ ترکیہ کے خلاف نصاریٰ کی سازشوں سے یلغاریہ میں ترکوں کے خلاف شورش و بغاوت کا جھنڈا بلند ہوا تھا۔ مسلمانوں کے لئے یہ غفلت سے بیداری کا پیغام تھا۔ کہ مسلمان غیر مسلموں خصوصاً عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں سے ہوشیار رہیں، انہیں اپنا خیر خواہ نہ سمجھیں۔ اے مسلمان! اس واقعہ سے تو یہ سمجھتا ہے، کہ تیرے دل دکھانے سے قوم کو نیست و نابود کرنے کے سامان کئے جا رہے تھے۔ لیکن تجھے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازوں سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ تو ہر وقت چوکنا، بیدار مغز اور دور اندیش رہتا ہوا اللہ پر بھروسہ رکھ۔ کیونکہ شمع توحید کا چراغ دشمنوں کی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا۔

چشم اقوام سے مخفی ہے حقیقت تیری
ہے ابھی محفلِ ہستی کو ضرورت تیری
زندہ رکھتی ہے زمانے کو حرارت تیری
کوکبِ قسمتِ امکاں ہے خلافت تیری

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

تشریح :- غیر قوموں کی نگاہوں سے تیری حقیقت چھپی ہوئی ہے، اور دنیا کی محفل کو تیری زندگی کی ابھی ضرورت ہے۔ اور تیرا وجود زمانہ کی حالت کو برقرار رکھنے کو نہایت ضروری ہے۔ اور تیری قسمت کے روشن ستارے میں تیری حکمرانی کا امکان ہے۔ یعنی اگر تو شریعت اسلامیہ اور احکامات الٰہی پر صحیح طور پر کاربند ہو جائے اور ایمان میں پختگی پیدا کرے۔ تو خدا کا وعدہ پورا ہو جائے گا۔ اور تو (یعنی مسلمان) خلیفۃ اللہ فی الارض یعنی دنیا بھر کا حکمران بن جائے گا۔ کیونکہ توحید کی روشنی کو تمام دنیا میں پھیلانا تیرا کام ہے۔ اور اسے پورا کرنا ہے، کام بہت ہیں، اور وقت تھوڑا ہے۔

مثلِ بو قید ہے غنچے میں پریشاں ہو جا
رخت بردوش ہوائے چمنستاں ہو جا
ہے تنک مایہ، تو ذرے سے بیاباں ہو جا
نغمۂ موج سے ہنگامۂ طوفاں ہو جا

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اجالا کر دے

تشریح :- اے زمانہ حالی کے مسلمان! تو خوشبو کی کلی میں قید ہے۔ تجھے چاہیئے کہ توحید کی خوشبو

---

مطلب جنگ کی طرف اشارہ ہے۔

21424



پھیلانے کے واسطے دنیا کی سیاحت کر، اگرچہ مفلس ہے اور بلبلے کی مانند ناچیز، مگر حوصلہ سے کام لے، تبلیغ توحید کے واسطے اپنی کوشش کو کام میں لا۔ اگر تجھے اسلام سے محبت ہے۔ تو اپنے ارادوں کو بلند کر اور دنیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کا ڈنکا بجا دے۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو ‎ ‎ چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو ‎ ‎ بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

تشریح:۔ اگر یہ پھول نہ ہوتا، یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ دنیا میں مبعوث نہ ہوتے، تو دنیا کے باغ کی کلیاں نہ کھلتیں، یعنی دنیا ہی نہ ہوتی، اور توحید کی خوشبو پھیلانے والا کوئی نہ ہوتا اور اسی توحید کی خوشبو سے زمین و آسمان قائم ہیں۔

دشت میں دامنِ کہسار میں میدان میں ہے ‎ ‎ بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر مراقش کے بیابان میں ہے ‎ ‎ اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشمِ اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعتِ شانِ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ دیکھے

تشریح:۔ تیری توحید (یعنی اے خدا! تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہے) جنگلوں، پہاڑوں، سمندر کے طوفانوں، چین کے شہروں اور مراقش کے بیابانوں میں اور مسلمان کے ایمان میں تیری ذات پوشیدہ ہے۔ اور مسلمان چاہے کہیں بھی ہو۔ تجھی کو یاد کرتا ہے۔ اور دوسری قومیں قیامت تک دیکھتی رہیں گی۔ اور تیرا اور تیرے رسول کا ذکر ہوتا رہے گا۔

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری ‎ ‎ مرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری
ماسِوا اللہ کے لئے آگ ہے تکبیر تری ‎ ‎ تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

تشریح:۔ اے مسلمان تیری تکبیر (اللہ اکبر) آگ بن کر سب کو جلا ڈالے، اگر تو مومن صادق بن جائے

تو تیری ہر تدبیر تقدیر بن سکتی ہے۔ عقل تیری ڈھال اور عشقِ الٰہی تیری تلوار بن کر دنیا کی حکومت و سرداری تیرے قدموں کے نیچے ہے۔ اور اگر تو محمدؐ کی وفاداری سے پیروی کرے تو یہ دنیا کیا ہے، لوح و قلم سب تیرے تابع ہو جائیں گے۔